حق آگاہ معرفت دستگاہ ہادیٔ گمگشتانِ حقیقت ماہتابِ شریعت استاذ الاساتذہ شیخ المشائخ

فخر جامعہ نظامیہ گل حسنیہ وحسینیہ بدر العلماوارثِ حُسن الفقرا حضرت مولانا الحاج

سید شاہ محمد ابراہیم حسنی حسینی قادری جباری نظامی

بانی وسرپرست اعلیٰ مدارس کثیرہ وردی شریف کی مختصر سوانح



ہمارے بڑے حضرت





غلام ربانی فدا

مدیر جہان نعت ہیرور مہتمم جامعہ ام الخیر للبنات کنڈگول

www.wafasite.com

جملہ حقوق مصنف محفوظ ہیں

نام رسالہ	:	**ہمارے بڑے حضرت**
مصنف	:	غلام ربانی فداؔ
حسب فرمائش	:	پیرطریقت حضرت مولانا سید نثار احمد چھگن اشرفی صاحب
سنِ اشاعت	:	جنوری2016
تعداد	:	۵۰۰ بارِ اول
قیمت	:	30روپے
کمپوزنگ	:	عالمہ سیدہ نور نگار ربانی
ناشر	:	آل انڈیا تحریک فکر نعت

معرفت نور احمد اکّی ، ہیرور تعلقہ ہانگل ضلع ہاویری-581104

ملنے کے پتے:

ا) جامعہ ام الخیر للبنات کندگول

۲) پیر سید نعمان احمد شاہ حافظ قادری جباری جانشین بڑے حضرت انگول بلگام

۳) حافظ محمد صادق رضا اشرفی بلاری مسجد، لکشمیشور ضلع گدگ

۴) پیر سید شاہ افتخار احمد قادری جباری خانقاہ قادریہ جباریہ وردی شریف ہانگل

الرشاد انٹرپرایزس قلعہ محلہ ہانگل شریف

GULAM RABBANI FIDA,
S/o N.K Akki, Post: HIRUR, Tq: Hangal, Dist:
Haveri-581104(karnatak)
www.gulamrabbanifida.blogspot.in.
ww.jahanenaat.blogspot.in
Email: gulamrabbanifida@gmail.com, mbl:09741277047

www.wafasite.com



سند المولوی من الجامعة النظامية العثمانية

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله وحده۔ والصلوۃ والسلام علی رسوله الذی لا نبی بعده۔ وعلی آله الطیبین الطاهرین۔ وصحابه الاکرمین اجمعین
اما بعد فلما کان الله تعالی حافظ الملة البیضاء عن شر سائر اهل الادیان۔ انشأ فی کل زمان فتیانا اجل همهم
ابتغاء وجه الرحمن۔ لا تصدهم عن تصدیهم لطلب العلم لذائذ النفس لا مکائد الشیطن منهم الولد الصالح۔
والفتی الرائع محمد ابراهیم بن عبد الوهاب الذی شمر عن ساق الجد لتحصیل العلوم والفنون
فی جامعة النظامية العثمانية۔ لا زالت کاسمها ائمة النظام بالنفوس العصامیة۔ الواقعة فی حیدرآباد الدکن
صانها الله تعالی عن الفساد والفتن ودامت فی کنف والی الریاسة السامية۔ والسلطنة الاسلامية۔
السلطان ابن السلطان النواب میر عثمان علیخان بهادر خلد الله ملکه ودولته۔ وما برحت عظمته
وصولته۔ وقد فاز الولد المذکور سنة ۱۳۶۲ من الهجرة النبویة علی صاحبها افضل الصلوۃ والتحية فی امتحان المولوی بالدرجة الاولی
بعد فراغه عن تعل ... المشروطة بتلک الجماعة التی اسامیها فی الذیل وفقه الله تعالی للعمل والنیل۔ آمین
... مشکوۃ المصابیح۔ مقدمة المشکوۃ۔ القدوری۔ السراجی۔ اصول الشاشی
... البردة۔ ابو العتاهية۔ شرح التهذیب۔ القطبی۔
... من الهجرة النبویة مطابق ۱ من شهر تیر ۱۳۶۲ سنة الفصلیه

معتمد الجامعة نائب امیر جامعه امیر مجلس الجامعة

جامعہ نظامیہ حیدرآباد 1876ء میں قائم ہوا۔ غالباً قیام کے بعد ابتدائی سالوں میں نظامیہ کے ساتھ عثمانیہ کا لاحقہ ہوتا تھا دیگر اداروں کی طرح مثلاً عثمانیہ لائبریری، عثمانیہ یونیورسٹی، عثمانیہ ہاسپٹل وغیرہ۔ سقوط حیدرآباد کے بعد یہ عثمانیہ کا لاحقہ ختم ہوگیا

سند قراءت القرآن وتجویدہ

نمرہ ( )

من المدرسة النظامية العثمانية

الواقعة ببلدة حیدرآباد الدکن

الحمد للہ کہ قاری سید محمد ابراہیم صاحب ولد سید عبدالوہاب صاحب حافظ طالب علم جامعہ نظامیہ نے
بامتحان قرأت سیدنا عاصم کوفی سنہ ۱۳۵۹ ہجری مطابق سنہ ۱۳۴۹ فصلی
میں بدرجہ اول کامیابی حاصل کی ہے بناءً علیہ سند ہذا دی گئی فقط

مرقوم ... ماہ ... سنہ ۱۳ ہجری مطابق ... ماہ ... سنہ ۱۳ فصلی

شیخ التجوید والقراءت　ناظم مدرسہ　معتمد مدرسہ　میر مجلس مدرسہ

جامعہ نظامیہ حیدرآباد 1876ء میں قائم ہوا۔ غالباً قیام کے بعد ابتدائی سالوں میں نظامیہ کے ساتھ عثمانیہ کا لاحقہ ہوتا تھا دیگر اداروں کی طرح مثلاً عثمانیہ لائبریری، عثمانیہ یونیورسٹی، عثمانیہ ہاسپٹل وغیرہ۔ سقوط حیدرآباد کے بعد یہ عثمانیہ کا لاحقہ ختم ہوگیا

انتساب

حضرت پیر طریقت محافظ اہل سنت
حافظ سید شاہ افتخار احمد قادری جباری
کے نام

www.wafasite.com

ابتدائیہ

حضور شیخ الاسلام امام المسلمین علامہ انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ ’’مقاصد الاسلام‘‘ حصہ ششم میں رقم طراز ہیں:

’’جس طرح ہمارا دین متوسط ہے، اسی طرح اہل سنت کا مذہب بھی متوسط اور افراط وتفریط سے دور ہے‘‘۔

یہ اس مردِ حق کی تحریر ہے جن کے علم وحقیقت کا اعتراف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے کیا۔مندرجہ بالا تحریر پر آج کے ایوان عقل ودانش میں دعوتِ فکر دی جارہی ہے۔یہ اعتدال اہل حق کا دفاع اور اہل باطل کے رد تک ہو تو اس کی حد تک باعث خیر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے معروف جاہلی شاعر امراء القیس کے اشعار کو بہ اعتبار موضوع ناپسندیدہ قرار دیا اور فرمایا **حامل لوائهم الی النار**۔لیکن اس کی شاعرانہ عظمت کو ’’**اشعر الشعراء العرب**‘‘ کا خطاب دے کر اس کے کمالات شعری کا اعتراف فرمایا۔اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے مشہور جاہلی شاعر عشرہ بن شداد کا شعر پڑھا گیا تو آپ نے اس سے ملنے اور دیکھنے کا اشتیاق ظاہر فرمایا۔ان دونوں واقعات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کسی کی فنی عظمت کے اعتراف میں تنگ نظری وتنگ دلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔مگر فی الحال ہندوستان میں اعتراف خدمات کا پیمانہ فکری انتہا پسندی پر مشتمل ہے۔جب کسی کی حمایت کرتے ہیں تو اس کی تمام خامیوں کو صرف اور صرف نظر انداز نہیں کرتے بلکہ اس کو صحیح ٹھہرانے کے لیے بے جا تاویلیں بھی پیش کرتے ہیں اور اگر کسی سے عداوت ومخالفت کرتے ہیں تو اس کی ساری خوبیوں کو نظر انداز کر کے اس کی خامیوں کی اشاعت واظہار یہ مقصد حیات بنالیتے ہیں۔ ہندوپاک میں جو حمایت ومخالفت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔جو یقیناً تشدد کی علامت ہے۔اور یہ انداز فکر غیر اسلامی وغیر علمی ہے۔

یہی رویہ ایک شخص (بزبان خود مفتی کہلوانے والے) نے بڑے حضرت سے بڑا بننے کے جنون میں ایک نجی محفل میں انہیں گمراہ ادارے سے فارغ ہونے والا اور صلح کلی کہا۔افسوس کہ یہ وہی شخص ہے جو بڑے حضرت کے قائم کردہ ادارے میں بحیثیت مدرس کام کررہا ہے۔سچ تو یہ ہے کہ اس کو بولنے کا سلیقہ بھی بڑے حضرت ہی کی نظر عنایت سے ملا۔

جن پتھروں کو ہم نے بخشی تھی قوت گویائی جب زباں ملی تو ہم ہی پر برس پڑے

جس کا معقول جواب بانی ازہرِ ہند جامعہ نظامیہ حضور شیخ الاسلام امام انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے صدسالہ عرس کے موقعے پر ناچیز کا شائع شدہ رسالہ ''ہانگل و حیدرآباد کے۔۔تعلقات وروابط''۔۔۔میں دیا گیا ہے۔جامعہ نظامیہ حیدرآباد نے ہمیشہ ایسے لعل و گہر قوم کے حوالے کیے جنہوں نے ہر نازک وقت میں دین کی کشتی کو سنبھالا اور قوم کو گمراہ ہونے سے بچایا۔ اور دین وسنیت کی خدمت میں دن رات کوشاں رہے۔انہیں عظیم شخصیات میں بڑے حضرت کا بھی شمار ہوتا ہے۔ بڑے حضرت تمام نظامیوں کے لیے قابل تقلید شخصیت ہیں۔

یہ کوئی تحقیقی کام نہیں بلکہ میں نے ایک نظامی ہونے کا حق ادا کرنے کی ایک ناکام سعی کرتے ہوئے فخر نظامیہ بڑے حضرت کی بارگاہ میں حقیر سا نذرانہ عقیدت ہے، قارئین اس رسالہ کو محبت وعقیدت سے پڑھیں گے۔اگر کہیں کوئی خامی نظر آئے تو میری اصلاح فرمائیں گے جیسا اصلاح کا حق ہے۔ مجھے امید ہے کہ بڑے حضرت کے سینکڑوں شاگردوں میں سے کوئی قابل شاگرد یا راقم الحروف کو ان شاءاللہ کبھی توفیق ملی تو تحقیقی و تفصیلی خاکہ پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوگی۔

میں سراپا ممنون وشاکر ہوں: حضرت پیر حافظ سید شاہ افتخار احمد قادری جباری دام ظلہ علینا اور حضرت پیر سید شاہ نعمان شاہ قادری جباری مدظلہ اور حضرت پیر سید شاہ ہمدانی قادری جباری مدظلہ کا جنہوں نے بڑے حضرت کے حوالے سے معلومات فراہم کی اور رسالے کی اشاعت تک اپنے انمول مشوروں سے نوازا۔نواسۂ بڑے حضرت پیر طریقت حضرت سید نثار احمد چھگن اشرفی کا جنہوں نے مجھے اس رسالے کی تحریر کے لیے تحریک عنایت فرمائی اور ہر قدم پر حوصلہ دیا۔حضرت مولانا محمد حسین مصباحی کا۔جنہوں نے حضرت سے حق شاگردی ادا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہوئے مجھے مفید مشوروں سے نوازا۔

میرے مخلص کرم فرما محترم عتیق الرحمٰن مالیگاؤں کا جنہوں نے اس کتاب کی پروف ریڈنگ کی زحمت گوارہ فرمائی۔اور ساتھ ہی ساتھ ان سب کا ممنون ہوں جو میری ہر تحریر کو محبت سے پڑھتے ہیں اور دشمنوں کی طرح تنقید کرتے ہیں۔

اللہ ان سب کی خدمتوں کو قبول فرمائے۔ بزرگانِ دین کے آستانوں سے وابستہ رکھے۔آمین

آباواجداد

بڑے حضرت علیہ الرحمہ کا نسب حضور عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت سید عبدالجبار رحمۃ اللہ علیہ سے جاملتا ہے۔

حضرت عبدالجبار علیہ الرحمہ کی اولاد میں حضرت سیدنا غیاث الدین علیہ الرحمہ سرِ زمین ہندتشریف لائے۔ گجرات کے ضلع کھیڑ کے تحصیل محمدآباد کے قریب دیہات سرسانی میں ایک جنگ میں منصبِ شہادت پر فائز ہوکر مدفون ہیں۔آپ کی نسل کے کئی افراد محمدآباد کے قبرستان میں دفن ہیں۔ آپ کی شہادت کے بعد اہل خاندان شہراحمدآباد میں سکونت پذیر ہوئے۔یہاں سے پھر ہجرت کے لیے کمر بستہ ہوئے تو کچھ افرادحیدرآباد دکن پہنچے۔

حیدرآباد کے نظام نے بڑی خاطر مدارت کی اور اعزاز سے نوازا۔حضرت سیدغیاث الدین رحمۃاللہ علیہ کے پوتوں میں سے ایک پوتے اور کچھ افراد شہر بندہ نواز گیسودراز گلبرگہ شریف پہنچے۔گلبرگہ کے بہمنی سلطان عزت واحترام سے پیش آیا اور ہمیشہ عقیدت مندوں میں رہا۔اور موقع ملتے ہی حاضری کو اپنے لیے باعث فخر سمجھ کر محفل میں شریک ہوتا۔

حضرت غیاث الدین رحمۃاللہ علیہ حسنی سادات میں سلسلہ قادریہ سے ہیں اور گلبرگہ میں چشتیہ سلسلہ حسینی سادات سے ہے اسی لیے شیعہ عوام وحکومت حسینی سادات سے عقیدت سے پیش آتی تھی۔ حسنی سادات کو تکلیف دینے،ایذا پہنچانے میں عار محسوس نہیں کرتی تھی۔

ان عوامل وایذارسانی کی وجہ سے خاندان قادریہ حسنی سادات وہاں سے ہجرت کر کے کٹگیری دیہات قریب باگل کوٹ منتقل ہوگیا۔کٹگیری میں تین چار پشت تک سادات حسنی کا یہ قبیلہ محبت واخوت کے اشجار اگاتے ہوئے مقیم رہا۔جب نولگند اور نرگند کے راجاؤں کے درمیان جنگ ہوئی تو دوبارہ ہجرت کر کے ہاویری کے قریب بیگوادی دیہات میں سکونت پذیر ہو گئے۔دو نسلیں اسی دیہات میں گزری اور ہجرت تو اس قبیلے کا مقدر ہی تھا۔مرضی مولیٰ ومشیت ایزدی کوئی کیا جانے۔

سید شاہ عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

کے تین صاحبزادے ہوئے۔اور سب کے سب صاحب کمال و جمال ہوئے جن کے اسمایہ ہیں۔

سید عبید اللہ احسن الفقرا رحمۃ اللہ علیہ بیگوادی

آپ سید شاہ عبد اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے فرزند ہیں۔آپ کا سالانہ عرس عقیدت ومحبت کے ساتھ منایا جاتا ہے۔

سید شاہ زاہد عبد اللہ عرف حسن الفقرا رحمۃ اللہ علیہ

آپ سید شاہ عبد اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے فرزند ہیں سید شاہ زاہد عبد اللہ عرف حسن الفقرا رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سے اس خاندان کے علم وفضل ، شرافت و سیادت میں چار چاند لگا دیے اور رواداری، اخلاق کریمانہ، رحمدلی جیسے اوصاف سے خلق خدا کی خدمت کی۔ بے شمار کافروں کو دولت ایمان سے مالا مال کیا۔ لاتعداد گمراہوں اور خاطیوں نے اپنی گمراہیت وخطاؤں سے توبہ کی اوران کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ حضرت سید حسن الفقرا بیگوادی سے ہجرت کر کے وردہ ندی ساحل پر ایک چوٹی پر اپنا مسکن بنایا۔ابتداءً اس قریے میں کوئی مسلم نہیں تھا، آپ کے علم وفضل ، زہد وتقوی، کشف وکرامات کی خبر جنگل کی آگ کی طرح آس پاس میں پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق آ کر اس مرد خدا کے قرب میں اپنا گھر بناتے چلے گئے۔ ہوتا بھی کیوں نہیں ولی ویرانوں کو آباد کرنے والا، بھٹکے ہوئے ہوں کو راہ راست پر لانے والا ہوتا ہے۔

ساری حیات خداوند قدوس کی عبادت کے لیے وقف کی ہے۔آپ ہمہ وقت باوضو ہوتے تھے۔ درود شریف کی کثرت سے زبان تر رہتی تھی۔آپ کی زندگی کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ ایک لمحے کے لیے بھی سنت رسول واسوۂ حسنہ سے نہیں ہٹتے تھے۔ 1810ء میں آپکا وصال ہوا

آپ کو نرینہ اولاد ہوئی۔جس میں ایک بیگوادی میں جا بسے اور وہی ان کی اولاد بھی ہوئی اور تالاب کے نیچے کھیتی کے کنارے پر مدفون ہیں، ان کی قبروں میں اللہ کی رحمت ہو۔

سید فقر اللہ شاہ المعروف احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ ماسن کٹہ

آپ سید شاہ عبداللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے فرزند ہیں ہانگل بنکاپور کے درمیانی قصبہ ماسن کٹہ میں مقیم ہو گئے اور آپ کا نام سید فقر اللہ شاہ عرف احمد شاہ ہے جنھوں نے تزکیہ نفس میں کمال حاصل کیا۔غریب پروری، مہمان نوازی، فریادرسی ان کا وطیرہ رہا۔

سید شاہ عبدالرحمٰن حسنی

آپ سید حسن الفقرا کے پڑپوتے ہیں سید شاہ عبدالرحمٰن علیہ الرحمہ قادر باغ شاہنور میں مدفون ہیں آپ کی ولادت بیگوادی میں ہوئی اور آپ ترک وطن کر کے شاہنور پہنچے۔آپ کی شادی شاہنور کے مشہور چھگن حافظ خاندان میں ہوئی۔خلق خدا کو خداے واحد کا پیغام دیتے رہے۔عدل و انصاف، اخوت ومحبت کے شجرا گائے۔ساری زندگی خلق خدا کی خدمت میں گزاری۔آخری لمحے تک طہارت و پاکیزگی، ریاضت ومجاہدے کا دامن ہاتھوں سے جانے نہ دیا۔

سید عبدالوہاب علیہ الرحمہ

آپ سید عبد الرحمٰن حسنی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے اور جانشین ہیں۔غوث اعظم کا فیضان اور حضرت سید عبد الجبار شہزادہ غوث اعظم کی کرامت ہیں۔آپ نے شاہنور سے ترکِ وطن کر کے منجھلا پور (لکشمیشور) پہنچے۔دعوت وارشاد، تبلیغ واشاعت دین حقہ میں مصروف ومشغول رہے۔ آپ کی زندگی کا سب سے بڑا المیہ یہ تھا کہ آپ کی آنکھیں رات میں نہیں دیکھتی تھی ایک عرصہ بعد منجھلا پور کے جاگیرداروں کی دعوت پر آپ منجھلا پور منتقل ہو گئے۔اور آپ کی ساری زندگی مفلسی وکسمپرسی میں گزری۔آپ کا مزار پرانوار حضرت لعل شہباز انکوش خان علیہ الرحمہ کے درگاہ کے احاطے میں ہے۔

آپ کی کل 19 اولادیں ہوئی جن میں چھ دختران وتین صاحبزادے ہی زندہ رہ پائے۔

اسماے فرزندگان:

سید عبدالرحمٰن عرف باباجان (گنگاوتی) آپ کے صاحبزادے سید شاہ ہمدانی پیراں باحیات ہیں

سید محمد علی عرف حافظ صاحب (منجھلا پور) آپ کے صاحبزادے سید شاہ افتخار باحیات ہیں

سید صاحب جان عرف محمد ابراہیم حسنی (وردی) آپ کے صاحبزادے سید شاہ نعمان باحیات ہیں (نوٹ سالانہ عرس کی تقریبات انہیں صاحبزادگان کی سرپرستی میں ہوتی ہیں)

درویشی وہجرت اس خاندان کی کنیز ہے۔ جو ہر صاحب کمال کو ہجرت پر مجبور کرتی رہی۔ اسی خاندانی روایت کے ملحوظ خاطر تینوں صاحبزادے تین سمت نکل گئے۔

حضرت سید محمد ابراہیم حسنی حسینی نظامی بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سید شاہ محمد ابراہیم حسنی حسینی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 25 فروری 1921 کو منجھلا پور (لکشمیشور) میں جناب سید عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ہوئی۔

ابتدائی تعلیم

ابتدائی تعلیم گھر سے شروع ہوئی۔ جس میں ان کی مشفقہ ومحترمہ والدہ معظّمہ سیدہ بی بی عائشہ مرحومہ کی حددرجہ محنتیں ومشقتیں شامل حال رہیں۔ گھر میں سب سے چھوٹے بیٹے ہونے کی حیثیت سے سب کا اعتماد و پیار بھی آپ کے ہی حصے میں زیادہ آیا۔ اور سب سے زیادہ مشقتیں و تکالیف بھی آپ کے ہی حصہ میں رہیں۔ غربت وافلاس نے ڈیرا ڈالے رکھے۔ آفتیں سانپوں کی شکل میں گھر میں بسیرا کرچکی تھیں۔ ایک روز دین دار باپ اپنے تیرہ سالہ نونہال (سید ابراہیم) کو لے کر لکشمیشور کی شاہی جامع مسجد پہنچے جہاں ایک مکتب چلا کرتا تھا جس میں درس نظامی ابتدائی تعلیم وحفظ وقرات کا معقول انتظام تھا بعد نماز عصر تمام مصلیوں اور طلبہ واساتذہ کے روبرو بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر یہ اعلان فرمایا کہ:

> ''میں اپنے بیٹے اور اللہ کے بندے ابراہیم کو آج سے اللہ کے حوالے کرتا ہوں' اور بیٹے سے مخاطب ہوکر کہا' اپنی شکل اسی وقت دکھانا جب تم صاحب علم ہوجاؤ، اور اس وقت تک اپنے گھر نہ آنا''۔

اتنا کہنے کے بعد اپنے بیٹے کے سر پر محبت وشفقت کا ہاتھ رکھ کر روانہ ہوگئے۔

اللہ اللہ خدمت دین وعلم دین کا جذبہ۔ حاضرین کی آنکھوں سے حیرت واستعجاب کے ملے جلے

جذبات کے ساتھ آنسو نکل گئے۔ مدرس نے آگے بڑھ کر اس طالب علم کو سینے سے لگایا اور درس گاہ میں لے گئے۔ اپنے پاس سے کچھ کتب مہیا کیں۔ جن میں فارسی کی پہلی، چہل سبق وغیرہ شامل تھی، اور تدریس کا آغاز ہوا۔ سال بھر میں تین چار کتابیں پڑھ لیے۔ مگر وقت کی نیرنگی اور افسوس کہ ہمارے یہاں وقتی جوش کا بہتات اور مستقل مزاجی کا فقدان ہے، جس کے سبب مدارس تو بہت کھلتے ہیں مگر پابندی اور استقلال کے ساتھ ہر کوئی اس راہ خار دار پر سفر نہیں کر پاتا، یوں ہی اس مدرسہ کا بھی حال ہوا اور یہ مدرسہ بھی بند ہو گیا۔

بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ آغوشِ جامعہ نظامیہ میں

مدرسہ بند ہونے کے بعد مرحوم سید عبدالوہاب (والد بڑے حضرت) نے بڑی مشکل سے دس روپے جمع کر کے ایک چھٹی (بنام مولانا سید علاؤالدین قادری) کے ساتھ بڑے حضرت کو دے کر ہوسپیٹ جانے کا راستہ دکھایا۔ حوصلہ، صبر وضبط اللہ نے فیاضی کے ساتھ بڑے حضرت کو بخشا تھا۔ اپنے جدامجد غوث الاعظم کی سنت ادا کرتے ہوئے قول رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش نظر رکھتے ہوئے حصول علم کے لیے تن تنہا بڑے حضرت لکشمیشور سے گدگ جانے والی بس میں بیٹھ گئے۔ اور گدگ سے بذریعہ ٹرین ہوسپیٹ پہنچے۔ ہوسپیٹ اسٹیشن پر اترنے کے بعد مولانا سید علاؤالدین شاہ قادری علیہ الرحمہ کا پتہ معلوم کر کے مولانا مرحوم کے گھر پہنچے اور وہ چھٹی دی۔ مولانا مرحوم نہایت ہی محبت سے پیش آئے مہمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو دن اپنا مہمان بنایا اور ایک دن علی الصبح بڑے حضرت کو ساتھ لے کر بازار گئے اور اپنے مخلصین ومریدین سے اس طالب علم کے لیے چندہ اکٹھا کیا جو کل ملا کر 15 روپے ہوئے۔ وہ رقم مع ایک خط (بنام داروغہ جامعہ نظامیہ محمد ابراہیم) دے کر ایک مرید کے ہمراہ اسٹیشن روانہ کیے اس وقت کرایہ 11 روپیے تھا آپ بذریعہ ٹرین صبح صبح جامعہ نظامیہ پہنچے۔ خط مولانا محمد ابراہیم خطیب داروغہ جامعہ نظامیہ کو دیا۔ داروغہ نے خط پڑھ کر بڑے حضرت کو اپنے گھر بھیجا۔ دو چار روز خوب خاطر مدارت ومہمان نوازی کے بعد جامعہ لے آئے۔ داخلہ ٹیسٹ پاس کر کے پنجم جماعت میں داخلہ لیا۔ زمانہ طالب علمی مالی بحران کا شکار رہا۔ بڑے

حضرت انتہائی تکالیف کے باوجود اپنے مقصد میں لگے رہے۔

ان مصیبتوں اور صعوبتوں کا اندازہ کرنے کے لیے ایک واقعہ یہاں ملاحظہ کریں

بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مفہوم کے جملوں میں فرماتے ہیں:

بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ بڑی ہی تکلیف دہ حالتوں سے گزر رہے تھے سالوں تک کوئی منی آڈر بھی نہیں آیا، ہم سبق طلبا میں سے کوئی چائے پلاتا، کوئی ناشتہ کروادیتا، اسی طرح کئی سال گزر گئے۔ اتفاقاً ایک دن منی آڈر آیا۔ اس وقت بڑے حضرت درجۂ ہشتم میں تھے۔ منی آڈر میں صرف اورصرف دوروپے تھے۔ ہم سبق ساتھیوں نے خوب مذاق اڑیا، اسی وقت حضرت مولانا مصطفیٰ نظامی صاحب استاذ نظامیہ بھی تشریف فرما تھے۔ مولانا نے تمام طلبا کوخوب ڈانٹا اور فرمایا ''کیوں مذاق کررہے ہو، دوروپے نہیں، بیس روپے آئے ہیں'' یہ فرماتے ہوئے اپنے جیب سے بیس روپے نکال کردے دیے۔

بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ جامعہ نظامیہ سے تکمیل قراتِ قرآن کے ساتھ مولویت کی سند بھی رکھتے ہیں۔ آپ ابھی عالمِ دوم (عالمیت کے آخری سال) میں تھے۔ بہنوئی کا بلگام میں انتقال ہوگیا۔ اور گھریلو حالات بھی ٹھیک نہیں تھے۔ گھر سے تار آیا کہ تعلیم چھوڑ کر اپنی بہن کی خدمت کے لیے بلگام پہنچو۔ یہ تار صرف آپ پر ہی نہیں بلکہ ہم سبق ساتھیوں اور اساتذہ پر بھی اس کا گہرا اثر چھوڑا گیا، طلبہ گلے لگ کر رونے لگے۔ اساتذہ کو اس بات کا قلق تھا کہ ایک لائق و فائق طالب علم ان سے وداع ہورہا تھا مزید اعلیٰ تعلیم سے محروم ہورہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان صرف مدرسہ میں نہیں ساری زندگی میں سیکھتا ہے۔ مولانا سید ابراہیم چھگن حافظ صاحب (جو آپ کے ہم سبق تھے) اسٹیشن تک الوداع کرنے آئے، یوں آپ تعلیم ادھوری چھوڑ کر بلگام تشریف لے آئے۔

بڑے حضرت کے اساتذہ

بڑے حضرت نے جن علم وفن کے سمندروں سے اپنی تشنگی مٹائی ان کے چنداسمایہ ہیں۔ حضرت

علامہ مفتی محمد رحیم الدین، مفتی خلیل صاحب، محدث کبیر علامہ ابوالوفا افغانی، مفتی رکن الدین (مفتی اول نظامیہ) حضرت مفتی شیخ محمد سعید، مولانا شاہ محمد صاحب شطاری (سابق شیخ الادب نظامیہ) مولانا سید غوث الدین قادری شیخ الفقہ نظامیہ، مولانا عبدالمصطفیٰ، مولانا عبدالرشید شاہ ازہری، قاری عبدالرحمٰن مستری رحمہم اللہ وغیرہ۔

بڑے حضرت کے ہم سبق علما

بڑے حضرت کے ہم سبق علما میں علاقہ حیدرآباد دکن کے کئی نامور علما شامل ہیں۔ جن میں شیخ المعقولات والمنقولات علامہ غلام احمد، ڈاکٹر عبدالحمید، مولانا خان صاحب (لکشمیشور)، مولانا سید ابراہیم حافظ چھگن (شاہنور)۔ وغیرہ وغیرہ۔

طریقہ تعلیم

بڑے حضرت اساتذہ کرام کے محبوب و چہیتے تھے جس کی وجہ ان کا کثرت مطالعہ، حد درجہ محنت، اپنے ہم سبق ساتھیوں سے بیرون درس گاہ تکرار، نہایت پختہ حافظہ، تھا۔ ایک نجی محفل میں ناچیز سے بڑے حضرت نے فرمایا تھا کہ "ہماری کوشش ہوتی کہ بیرون درس گاہ مضمون کسی صورت مطالعہ میں حل ہوجائے۔ طریقہ یہ تھا کہ پہلے عبارت وترجمہ کی جانب توجہ کی جاتی اگر نئے اور مشکل الفاظ ہوں تو لغت سے حل کرلیے جاتے۔ ایک دفعہ حل نہ ہو پایا تو دوبارہ سہ بارہ کوشش کی جاتی۔

بڑے حضرت کے معاصرین

حضرت محدث دکن حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی، مولانا عبدالغفار قاضی بنگلور (مصنف توحید اور شرک) مولانا عبداللہ قریشی الازہری (جامعہ نظامیہ) مولانا عبدالرحمٰن نظامی (دہلی) رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔

بیعت وخلافت

اپنے خاندانی بزرگ و نبیرہ حضور غوث اعظم حضرت پیر طریقت مجیب میاں قادری احمد آباد سجادہ نشین عبدالوہاب قادری (خانپور احمد آباد، گجرات) سے بیعت وخلافت حاصل کی

سفرِ حج

1980 کی دہائی میں آپ نے سفرِ حج کا ارادہ فرمایا دوست واحباب کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ توکلت علی اللہ کہتے ہوئے چل پڑے۔

سب سے پہلے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے، جب مدینہ منورہ سے قافلہ روانہ ہونے لگا تو آپ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب تشریف فرما تھے۔ جب کہا گیا کہ قافلہ روانہ ہونے والا ہے چلیے۔ جواب میں فرمایا کہ مجھے اس وقت آستانۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مفارقت گوارہ نہیں۔آپ جائیے۔ بصد اصرار کے آپ کو واپس لایا گیا۔ اور آنکھ نم، لرزاں قدم واپس ہوئے۔ساری زندگی مدینہ سے جدائی کا دکھ رہا۔

بڑے حضرت پولیس حراست میں:

انگول کے زمانہ تدریس میں اتفاق سے ایک کابلی شخص سید عثمان صاحب کی دعوت پر منیر آباد تشریف لے گئے۔ جہاں بڑے حضرت کے ایک بڑے بھائی سکونت پذیر تھے۔ اس وقت ہندوستان آزاد ہو چکا تھا مگر حیدرآباد اسٹیٹ باقی تھا۔ریاست حیدرآباد کے لوگوں نے آزادی کے لیے اور جمہوری حکومت کے لیے پرزور مہم چلائی جس کے سبب سقوط حیدرآباد پیش آیا۔جس میں مسلمانوں کو بے گھر کیا گیا۔خون کی ندیاں بہائی گئیں، کئی اسلامی بہنوں کی عصمت ریزی کی گئی جو سفاکیت کی انتہا تھی۔سقوط حیدرآباد تاریخ ہند کا ایک سیاہ ترین باب ہے۔ جب مسلمانوں پر ظلم وستم کیا جانے لگا تو ایک بدبخت نے بڑے حضرت کے سر پر چوٹ لگائی۔ کافی خون بہہ گیا۔ جب اندھا دھند مسلمانوں کو گرفتار کیا جانے لگا تو بڑے حضرت کو بھی گرفتار کیا۔ اور دو ماہ مصائب وآلام اور قید کی بندشیں جھیلنے کے بعد اس شرط پر رہا کیا گیا کہ ریاست حیدرآباد میں قیام نہیں کریں گے۔

مدارس

تبلیغ اسلام کے لیے مبلغین کی تربیت و تیاری بہت ضروری ہے، یہ اہم فریضہ دینی مدارس میں انجام پاتا ہے منبر ومحراب کی آبادی بھی مدارس ہی کے دم قدم سے ہے کفار ومنافقین کی اسلام

کے خلاف پھیلائی گئی سازشوں کا توڑ بھی دینی مدارس کے فضلا ہی کرتے ہیں، مدارس دینیہ کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر بڑے حضرت نے دینی مداراس کے قیام کو اولین ترجیح دی۔

علوم دینیہ و دینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے آپ کی زندگی وقف تھی۔ آپ کے دل میں سوزِ بلالی تھا۔ فروغ سنیت آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا اسی لیے ساری زندگی مدارس کا قیام، نظم و نسق تعلیم و تعلم میں گزری۔ بے شمار مدارس کا قیام فرمایا۔ کچھ اہم اسما یہ ہیں:

دارالعلوم حبیبیہ قادریہ بنکاپور۔ دارالعلوم مدینۃ النبی سرسی۔ مدرسہ دینیہ مچھا، مدرسہ انگول وغیرہ

بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بیسوں مدارس کی بنیاد ڈالی۔ انگول میں اور بلگام کے اطراف میں قائم کردہ کئی مدارس اب بھی جاری ہیں۔

مدرسہ دینیہ مچھا (بلگام):

بڑے حضرت شاہ نور اور منجھلاپور ہوتے ہوئے بلگام پہنچے۔ بلگام کے قریب 'مچا' میں سن 1945 میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی اور بحیثیت مدرس درس و تدریس کا آغاز فرمایا، تقریباً سال سے کچھ زائد عرصہ تک یہیں خدمت دین انجام دی۔

انگول میں دینی مدرسے کا قیام

بڑے حضرت کی بہن کا گھر انگول میں تھا۔ انگول کے باشندوں نے بڑے حضرت انگول میں مدرسہ کے قیام کے لیے بصد اصرار رضامند کرلیے تو بڑے حضرت نے وہاں 1947 میں ایک دینی تعلیم گاہ قائم فرمائی۔ طلبہ کی صاف و شفاف فضا میں روحانی، دینی، اخلاقی، ایمانی تعلیم و تربیت ہونے لگی۔ آزادی ہند کے بعد جتنے تعلیمی ادارے تھے ان کو گرانٹ دیا گیا اس میں خوش قسمتی سے انگول کا مدرسہ بھی شامل تھا۔ یوں بڑے حضرت سرکاری استاذ مقرر ہوئے۔ مالی حالات میں سدھار آیا۔ جو بھی اپنی ضروریات کے بعد بچ جاتا اسے طلبہ پر خرچ کردیتے۔

ہانگل شریف آمد

1976 میں جب بڑے حضرت سرکاری ملازمت سے وظیفہ یاب ہوئے شاگردِ اعلیٰ حضرت مولانا قاضی اسماعیل اور جناب منورالدین انعمدار صاحبان بیلگام کے دعوتی دورے پر تھے۔

انگول میں بڑے حضرت سے ملاقات ہوئی ۔مولانا قاضی اسماعیل صاحب کے اصرار پر بڑے حضرت ہانگل تشریف لائے ۔

دارالعلوم مقبول احمدی کا قیام

1976 میں بڑے حضرت ہانگل تشریف لائے ۔شہر مقبول کی فضاؤں میں نہایت شادوشادماں رہے۔اعلیٰ حضرت پیر سید مقبول احمد شاہ قادری علیہ الرحمہ کی دیرینہ خواہش تھی کہ شہر ہانگل میں ایک سنی ادارہ ہو۔ظاہری حیات میں اس خواب میں رنگ نہ بھرنے کی کئی وجوہات تھی۔المختصر بڑے حضرت ہانگل میں سنی ادارہ بنام ’دارالعلوم اہل سنت مقبول احمدی‘ کی بنیاد ڈالی ۔جس میں قیام وطعام کا معقول انتظام کیا گیا ہے۔دوسال تک بڑے حضرت درس بھی دیتے رہے۔

دارالعلوم حبیبیہ قادریہ بنکاپور

اسی درمیان جناب نذیر احمد اور عبدالرشید صاحبان کی دعوت پر شہر بنکاپور تشریف لے گئے ۔ دارالعلوم حبیبیہ قادریہ کی بنیاد رکھی ۔جہاں سے اب تک سینکڑوں تشنگانِ علم بنوت نے اپنی تشنگی مٹائی ۔یہ مدرسہ اب بھی اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ قائم ہے۔اٹھارہ سال تک خدمات انجام دینے کے بعد اراکین سے ناچاقی کی وجہ آپ نے اپنے خون جگر سے سینچے ہوئے ادارے سے علیحدگی اختیار فرمائی۔

دارالعلوم مدینۃ النبی ﷺ رامن بیل سرسی

کچھ صرف کام کے لیے جنم لیتے ہیں بڑے حضرت اپنی پیرانہ سالی کے باوجود غالباً 1992 میں رامن بیل سرسری میں دارالعلوم مدینۃ النبی ﷺ کی بنیاد رکھی، ایک عرصے تک درس وتدریس کے ساتھ انتظامی امور کی نگرانی بھی فرماتے رہے۔طبعی وجوہات کی بنا پر سرسی کو بھی خیر آباد کہا۔

شہر مقبول میں دوبارہ آمد

جب اہلیان ہانگل کو اس بات کی اطلاع ملی تو ہانگل شریف میں روک لیا۔دارالعلوم مقبول احمدی میں کئی سال تک خدمات انجام دیتے رہے،طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے رخصت ہوکر وردی کو قدم رنجا فرمایا جہاں آپ کے چوتھے پشت کے دادا حضرت سید شاہ زاہد عبداللہ عرف احسن الفقرا رحمۃ اللہ علیہ کا

مزار پُرانوار ہے۔

تلامذہ

بڑے حضرت نے قوم وملت کو کئی لعل و گہر دیے جنہوں نے حتی المقدور دین وسنیت کی اشاعت میں کوشاں ہیں۔ کچھ اسمایہ ہیں۔مفتی ابراہیم مقبولی قاضی (صدر مدرس جامعہ امام احمد رضا رتنا گیری) مولانا عبدالرحیم مصباحی (جامعہ امام احمد رضا رتنا گیری)،مولانا محمد علی مصباحی کولور، مولانا رحمت اللہ مصباحی ہیریکونسی،مولانا محمد حسین مصباحی (صدر مدرس و مہتمم دارالعلوم قادریہ رضویہ کاتور)،مولانا محمد حسن مصباحی،مفتی مشتاق احمد مقبولی (مہتمم دارالعلوم غریب نواز میسور) مولانا زبیر مقبولی (رکن تنظیم الرشاد ہانگل شریف) مولانا خلیل احمد مصباحی (صدر مدرس دارالعلوم مقبول احمدی ہانگل شریف) راقم الحروف،وغیرہ مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔

خلفا

بڑے حضرت تکثیر مریدین کی بجائے تعمیرِ مریدین کے قائل تھے۔آپ نے گوکہ زیادہ مرید نہیں بنائے مگر جتنے بنائے ان کے حال وقال کی اصلاح کی ہر ممکن کوشش فرمائے۔

کئی شرابیوں اور بےنمازیوں نے بڑے حضرت سے بیعت کے بعد اپنی غلط روی سے باز آئے۔بڑے حضرت کے خلفا بھی زیادہ تعداد میں نہیں ہیں۔کچھ اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حافظ سید شاہ افتخار قادری جباری،پیر سید شاہ نعمان قادری جباری،محترم محمد صادق صاحب ،مولانا مقبول احمد خطیب شاہنور،محترم سید اظہر چھگن،مولانا عبدالستار مقبولی۔وغیرہ

درویشانہ زندگی

وظیفہ یابی کے بعد کئی سال تک آپ درویشانہ زندگی بسر کرتے رہے۔دارالعلوم مقبول احمدی کے قیام کے بعد بھی آپ کو وہاں سے کوئی مستقل آمدنی نہیں تھی اس کے مصارف خود قومی چندے سے چلتے تھے۔مدرسین کی تنخواہوں اور دوسرے اخراجات کے بعد کچھ نہیں بچتا تھا۔نیز اگر تنخواہ لے بھی لیتے تو جس دن کی تعلیم ہوتی اسی روز کی لیتے۔

فقاہت وعلمی جلالت میں باکمال

بڑے حضرت سے جب کوئی دینی وشرعی مسئلہ پوچھا جاتا تو دلائل وبراہین کے انبار لگا دیتے، وہ کسی بھی مسئلے پر طائرانہ نظر ڈالنے کی بجائے بحث وتحقیق کی انتہا کو پہنچتے، مسائل کی تنقیح اور تفصیل پر آتے ہیں تو دریا کی روانی اور سمندر کی وسعت کا نقشہ نظر آتا۔ متقدمین فقہا کے اقوال مختلفہ میں تطبیق دیتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اختلاف سرے سے تھا ہی نہیں۔

بڑے حضرت کی جلالت علمی کا یہ عالم تھا کہ انہیں جو عالم بھی ملا، عقیدت واحترام سے ملا اور ہمیشہ کے لیے ان کا مداح بن گیا۔ پورے خطہ میں آپ کے علم وفضل کا طوطی بولتا تھا علاقہ کے ہر طرح کے دینی ملی مذہبی مسائل کا تدارک آپ ہی فرمایا کرتے تھے۔

علم حدیث میں مہارت تامہ

بڑے حضرت گوکہ محدث نہ تھے مگر علم حدیث اور اس کے متعلقات پر وسیع اور گہری نظر رکھتے ہیں، طُرقِ حدیث، مشکلاتِ حدیث، ناسخ ومنسوخ، راجح ومرجوح، طُرقِ تطبیق، وُجوہِ استدلال اور اسماءِ رجال، یہ سب اُمور اُنہیں مستحضر رہتے ہیں، کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی مأخذ ہیں، ہر وقت پیشِ نظر اور جن حدیثوں سے بظاہر فقہ حنفی پر زد پڑتی ہے، اس کی روایت ودرایت کی خامیاں ہر وقت ازبر، علم الحدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے بڑے حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح وتعدیل کے جو الفاظ فرمادیتے، اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب وتہذیب اور تذہیب میں وہی الفاظ ملتے، اس کو کہتے ہیں علم راسخ علم سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت۔

اَخلاقِ کریمانہ

بڑے حضرت کی ذات گرامی [الحب للہ والبغض للہ] کی عملی مصداق تھی، آپ کسی سے محبت فرماتے تو اللہ کے لیے اور مخالفت فرماتے تو اَللہ ہی کے لیے، کسی کو کچھ دیتے تو اللہ کے لیے اور منع فرماتے تو اللہ کے لیے۔

باجماعت نماز

بڑے حضرت کا ہمیشہ معمول ہے کہ درس وتدریس، نظم ونسق، کتب بینی، اورادووَظائف

میں سارا وقت صرف فرماتے مگر پانچوں نمازیں مسجد یا حجرے میں ہمیشہ باجماعت ادا فرماتے تھے۔ بڑے حضرت وضو وغسل میں بہت احتیاط فرماتے، عموماً دو لوٹے پانی سے وضو فرماتے۔ بڑے حضرت خطوط کے جوابات کا بہت اہتمام فرماتے۔

غذا

آپ کی غذا بالکل سادہ اور ہلکی پھلکی تھی جو کچھ بھی سامنے آتا تناول فرمالیتے کسی چیز کی فرمائش یا تقاضہ نہ کرتے۔

لباس

آپ کا لباس بالکل سادہ اور سفید کرتا تھا۔ آپ لباس کے مقصد اصلی یعنی تن پوشی پر اکتفا کرتے محض زینت کے لیے اسراف اچھا نہ سمجھتے تھے۔ ہمہ وقت عمامہ سر پر سجائے ہوتے تھے۔ آپ نبی کریم ﷺ اور اکابر دین کی سنت پر عمل کرنا ہی اپنی زندگی کا مقصد بنائے ہوئے تھے۔

خانگی زندگی

باوجود اس قدر آمدنی کے آپ کا ہمیشہ مطمح نظر رہا کہ زندگی سادگی سے بسر ہو اور حتی الامکان سنت پر عمل پیرا رہیں خانہ داری میں پُرتکلف سامان نہیں تھا جو کچھ بھی تھا سب ضروری۔ زندگی جاوید کے لیے آپ نے اپنا سب کچھ خرچ کر دیا ترکہ میں کچھ نہ چھوڑا۔

کتب خانہ

اس سلسلے میں اگر حقیقی ترکہ کہا جائے تو مولانا کا کتب خانہ تھا جو کئی ہزار بیش قیمت اور نایاب و کم یاب کتابوں پر مشتمل اور بڑے حضرت کو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب تھا اور جس پر آپ نے ہزاروں روپے صرف فرمائے تھے۔

جود و سخا

پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ مولانا کا طرز زندگی نہایت سادہ تھی۔ اور ذاتی اخراجات بہت کم تھے۔ پھر اتنی آمدنی آخر جاتی کہاں تھی؟ مختصر یہ کہ آپ کے پاس ختم ماہ پر کچھ باقی نہیں رہتا تھا ہر صورت

میں آپ کا بذل وسخا اور طبیعت میں صلہ رحمی کا مادہ زیادہ تھا۔یہی وجہ ہے کہ آپ ملنے جلنے والوں کی حاجت روائی کرتے۔سامنے کوئی مانگنے والا آتا تو عطافرمادیتے۔طلبہ واساتذہ کے ساتھ خصوصی اعانت کرتے تھے۔

مہمان نوازی

آپ کی مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ آپ کے دسترخوان پر مختلف مقامات کے دس بیس مسلمان مہمان ضرور رہتے تھے۔آپ مہمانوں کی بڑی خاطر مدارت کرتے۔گوآپ کی غذا سادہ تھی مگر مہمانوں کے لیے پرتکلف غذائیں پکتی تھی۔جس میں سے آپ کچھ لے لیتے تاکہ مہمانوں کی خاطرشکنی نہ ہو۔

مشاغل علمی

پچھلے صفحات کے دیکھنے سے معلوم ہوا ہوگا کہ مولانا کوبچپن ہی سے علم کا اس قدر شوق تھا جس کا اندازہ مشکل ہے۔جوں جوں عمر بڑھتی گئی شوق علم کا نشہ بھی تیز ہوتا گیا حتیٰ کہ آخرعمر میں آپ نے رات کا سونا حرام کردیا،دن رات میں جووقت فرصت کا ملتا بس مطالعہ تدریس ونظم ونسق وغیرہ میں صرف فرماتے۔

کثرت مطالعہ

کثرت مطالعہ کا یہ عالم کہ آپ کے وسیع کتب خانہ کی اکثر کتابیں ایسی تھیں جن پر بڑے حضرت نے ابتدا سے انتہا تک کچھ نہ کچھ لکھا ہوا ہے۔جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے ان کتب کا نہایت ہی گہرا مطالعہ کیا ہے۔آپ کی عادت تھی نہایت کثرت سے مطالعہ کریں اور کوئی فرصت کا لمحہ خالی نہ جانے دیں۔جب ایک فن سے آپ کا جی اکتا جاتا تو دوسرے فن کی کتاب کا مطالعہ شروع فرمادیتے۔

ذوق عبادت

عبادت کا ایسا ذوق وشوق تھا کہ بچپن میں ہی چلتے پھرتے ذکر کرتے اور نعت پڑھتے رہتے۔

مسجد جاتے اور با جماعت نماز ادا کرتے، آپ کی نماز روایتی نماز نہ ہوتی بلکہ بارگاہ خداوندی میں حاضری کا تصور ذہن پر غالب رہتا۔

عشق مصطفیٰ ﷺ

اس عقیدے پر پوری امت کا قطعی یقینی اجماع ہے کہ ایمان کی جان عشقِ مصطفیٰ ﷺ ہے تمام رشتوں ناتوں اور تعلقات سے بڑھ کر اگر سرکار دو عالم ﷺ سے محبت نہیں تو ایمان نامکمل ہے۔

بڑے حضرت کے اخلاق و عادات کی سب سے نمایاں خوبی حضور ﷺ سے والہانہ محبت ہے، ان کے اس وصف خاص کا اظہار صرف ان کی زبان ہی سے نہیں ہوتا تھا بلکہ یہ ان کے دل میں رچا ہوا اور رگ و ریشہ میں سمایا ہوا تھا۔

آخری سفر کی تیاری

ایک روز جعفر تنڈور (ہاویری) مع اہل خانہ کے ساتھ آستانۂ حُسن الفقرا میں زیارت کی غرض سے حاضر ہوئے۔ جعفر صاحب کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ آستانہ کی تعمیر کیجائے۔ اسی نیک مقصد کے تحت آستانہ کی تعمیر کے لیے حافظ سید شاہ افتخار قادری جباری کی معیت میں منصوبہ بنانے لگے۔ اسی وقت اتفاقاً بڑے حضرت بھی تشریف فرما ہوئے اور جعفر صاحب سے فرمایا 'بیٹا کیا آپ آستانہ کچھ اور بڑا بنا سکتے ہو۔ میری بھی یہی خواہش ہے کہ یہیں آخری قیام کروں۔ جعفر صاحب نے ہامی بھر لی اور (موجودہ) آستانہ کی تعمیر کی۔

وصال

27 ستمبر کو عشا کی جماعت ہو گئی تھی۔ حافظ سید شاہ افتخار قادری ابھی مسجد سے باہر بھی نہیں نکلے تھے لوگ مسجد میں حافظ صاحب سے کہنے لگے کہ بڑے حضرت کی طبیعت سخت ناساز ہے آپ جلدی چلیے۔ بڑے حضرت کو کبھی کبھار ہچکی پہلے بھی لگتی تھی مگر کون جانتا تھا کہ یہ ہچکی شاگردوں مشفق استاذ، مریدوں سے مہرباں مرشد چھین لے گی۔ حافظ صاحب سیدھے گھر پہنچے اور آخری سانسیں چل رہی

تھیں اور اسی درمیان دو ڈاکٹرس بھی پہنچ گئے۔ڈاکٹروں نے جواب دے دیا۔ بالآخر یہ علم وحکمت کا آفتاب سرزمین وردی شریف میں 27 ستمبر 2011 بمطابق ۲۸ شوال ۱۴۳۲ھ بروز منگل بعدنماز عشا غروب ہوگیا۔اور دوسرے دن بروز بدھ تدفین عمل میں آئی۔ نمازِ جنازہ حضرت پیر سید عارف القادری صاحب سجادہ نشین آستانۂ عالیہ ہنم ساگر الکل نے پڑھائی۔ ہمدانی پیراں و نواسۂ بڑے حضرت نے اس آفتاب علم کو قبر میں اتارا۔آپ کے صاحب زادے حضرت پیر نعمان شاہ قادری باحیات ہیں۔اوراپنے کلیوں، پھولوں کے ساتھ آسودہ زندگی بسر کررہے ہیں۔ بہت ہی ملنسار وخلیق انسان ہیں۔

حضرت حافظ سید شاہ افتخار قادری جباری نظامی بھتیجۂ بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حافظ سید شاہ افتخار قادری جباری نظامی صاحب کی تاریخ ولادت 6 مارچ 1968 ہے اور آپ کے والد گرامی کا اسم مبارک سید محمد علی قادری ہے۔آپ کو اس بات کا بھی اعزاز حاصل ہے کہ آپ بڑے حضرت کے بھتیجے ہیں۔آپ کی پرورش دینی وروحانی ماحول میں ہوئی۔ 1980 میں بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر جامعہ نظامیہ شعبۂ حفظ قرات کے لیے پہنچے، چاچا کی طرح اساتذہ سے خوب خوب اکتساب فیض کیا۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت قاری شمس الدین نظامی، حضرت حافظ مولانا عبداللہ قریشی ازہری سرِ فہرست ہیں۔1984 میں نظامیہ سے تکمیل حفظِ قرآن کے بعد سے دینی خدمات انجام دینے میں مشغول ہوگئے۔محبتوں اور خلوص کے پیکر ہیں،تواضع انکساری کوٹ کوٹ کرر چی بسی ہوئی ہے۔آپ کو بڑے حضرت کا اول خلیفہ ومرید ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔امسال عرس کی سالانہ تقریبات کی ذمے داری آپ پر ہے۔

کرامات

بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بے شمار کرامتوں کی صدور ہوا جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱) تیری زبان سے جو بات نکلی

بڑے محبتوں کے پیکر تھے مریدین وطلبا سے حد درجہ محبت فرماتے تھے۔اپنے گود میں بٹھا کر

اپنی اولاد سے بڑھ کر محبت فرماتے تھے۔ بڑے حضرت کے پاس بنکاپور میں ایک طالب علم (نام مخفی) کو کتا کہہ کر مخاطب فرمائے۔ راوی محمد جعفر تنڈور (ہاویری) کا بیان ہے کہ آج وہ بچہ بڑا ہو کر کتوں کی اوقات پر آ گیا۔ کتا کہنے کی وجہ اور سبب بڑے حضرت جانے اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۲) بچہ صحتیاب ہو گیا

جناب مختار صاحب مکاشی (وردی) کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ان کے ایک سالہ فرزند محمد جاوید کی طبیعت سخت ناساز ہوئی۔ جس کے سبب گھریلو علاج کیا گیا جس کے ری ایکشن کی وجہ سے بچہ کے سارے جسم کا رنگ ہرا ہو گیا۔ ان کی والدہ گھبراتے ہوئے بڑے حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ بڑے حضرت نے تیل پر دم کر کے فرمایا بچے کے سر پر لگا دو۔ ابھی چند لمحے گزرے تھے بچہ نہ صرف اپنی اصلی حالت پر آ گیا بلکہ اس کو بیماری سے شفا بھی مل گئی۔

۳) پڑس کا علاج

ایک صاحب (نام مخفی) کا بیان ہے کہ ان کے سارے قبیلے میں پڑس کی بیماری تھی۔ اور ہر طرح کے ڈاکٹری علاج سے مایوس ہو کر بڑے حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے بڑے حضرت نے ان کو کچھ عنایت فرمایا اس کے بعد ہمیشہ کے لیے وہ بیماری ختم ہو گئی۔

لطیفہ

بڑے حضرت ظاہری حیات میں جب بھی عرس احسن الفقرا آتا بڑے حضرت عرس کا اہتمام شان دار طور پر فرمایا کرتے تھے۔ عوام عرس احسن الفقرا کی بجائے بڑے حضرت کا عرس کہا کرتے تھے۔

تمت بالخیر

www.wafasite.com